شاہ ولی اللہ اور مذاہبِ اربعہ

ڈاکٹر محمد مظہر بقا، لکچرار معارف اسلامیہ کراچی یونیورسٹی

حنفیت اور شافعیت کے درمیان تطبیق

مذاہبِ اربعہ کے درمیان تطبیق کا جو رجحان شاہ صاحب حرمین سے ہندوستان لائے تھے، اس میں یہاں کے ماحول نے، وقتی طور پر، اس حد تک تغیر کر دیا کہ یہ رجحان صرف حنفیت اور شافعیت کے درمیان تطبیق تک محدود ہو گیا۔

ایسا کیوں ہوا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ شافعی مذہب، ہمیشہ سے حنفی مذہب کا مدِمقابل رہا ہے۔ احناف کی کتب فقہ میں شافعی مذہب کا جس کثرت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے اور جس شدت سے اس کی تردید کی جاتی ہے، یہ طریقہ دوسرے مذاہب کے ساتھ اختیار نہیں کیا جاتا۔ شاہ صاحب کے زمانے میں حنفی فقہ کی جو کتابیں، مثلاً شرح وقایہ، ھدایہ وغیرہ، درس میں رائج تھیں، اور جو شاہ صاحب نے خود بھی پڑھی اور پڑھائی تھیں، ان کا، خصوصاً ھدایہ کا، اسلوب اس حقیقت کی شہادت دیتا ہے۔ ایک طرف تو یہ کیفیت تھی کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں جن میں، عوام سے امراء تک، غالب اکثریت احناف کی تھی، شافعیت سے بُعد بلکہ تنفر تھا۔ دوسری طرف شاہ صاحب کی کیفیت یہ تھی کہ ان کے ذہن پر حدیث کے غلبہ اور شیخ ابو طاہر کے تعلق سے شافعی مذہب کے اثرات بہت گہرے تھے۔

اس لئے انھوں نے سوچا کہ احناف کو شافعی مذہب سے جو تنفر ہے، پہلے اسے ختم کیا جائے۔ باقی رہے مالکی اور حنبلی مذاہب تو نہ یہاں کے ماحول میں ان کی طرف سے کوئی تنفر تھا اور نہ شاہ صاحب کے ذہن پر ان مذاہب کا اتنا اثر تھا۔ اس لئے ان دونوں سے صرفِ نظر کر کے، انھوں نے اپنی مساعی کو صرف حنفیت اور شافعیت کے درمیان تطبیق کے لئے وقف کر دیا۔

شاہ صاحب کے پاس اس کے لئے ایک معقول وجہ جواز یہ بھی موجود تھی کہ دنیا میں انہی دو مذاہب کے متبعین کی اکثریت ہے اور انہی میں علماء اور مصنفین کی کثرت ہے۔ اس لئے ملأ اعلیٰ کی طرف سے ان کے قلب میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ان دونوں مذاہب کو ملا کر ایک کر دیا جائے[1]

حنفیت اور شافعیت کو ملا کر ایک مذہب کی طرح کر دینے کی صورت شاہ صاحب نے یہ اختیار کی کہ ان دونوں مذاہب کے جملہ مسائل کو فریقین کی تدوین کردہ کتب حدیث پر پیش کیا جائے۔ جو ان کے موافق ہو۔ اسے باقی رکھا جائے، جو مخالف ہو، اُسے ساقط کر دیا جائے۔ باقی رہنے والے مسائل اگر دونوں کے یہاں متفق علیہ ہیں تو انھیں دانتوں سے پکڑا جائے۔ اور اگر ان میں تخالف ہے تو انھیں علمی قولین شمار کیا جائے اور دونوں میں عمل درست ہو۔ یا یہ کہ احرف قرآن کے اختلاف کی طرح تصور کیا جائے۔ یا ایک کو رخصت اور دوسرے کو عزیمت پر محمول کیا جائے۔ یا یہ سمجھا جائے کہ یہ تنگی سے نکلنے کے دو طریقے ہیں، جیسے کہ کفارات کا تعدد۔ یا دونوں کو مباح سمجھا جائے۔[2]

شاہ صاحب کی حنفیت اور شافعیت کو ملانے کی یہ کوشش عالمی سطح پر مسلمانوں میں اتحاد کی کوشش تھی، صرف ملکی سطح پر اتحاد پیشِ نظر نہ تھا۔ کیونکہ ملک میں حنفیت اور شافعیت صرف کتابوں اور ذہنوں میں متصادم تھیں، احناف و شوافع دو متخاصم گروہوں کی شکل میں موجود نہ تھے جن کا اتحاد شاہ صاحب کو منظور ہوتا۔

اس کوشش میں مسلمانانِ عالم کا اتحاد مقصود ہونے کا قرینہ یہ بھی ہے کہ اس مرحلے پر مؤطا کو اختیار کر کے، المسوی کے نام سے شاہ صاحب نے اس کی جو شرح لکھی وہ ان کی دوسری شرح المصفیٰ کے برخلاف عربی زبان میں ہے، جو اس وقت بین الاسلامی زبان تھی۔

بہر حال حنفیت اور شافعیت کو ملا کر ایک کرنے کے لئے شاہ صاحب نے امام مالک کی کتاب مؤطا کو بنیاد کے طور پر اختیار کیا۔ اس لئے کہ یہ سب سے زیادہ مشہور، سب سے زیادہ

۱۔ مقدمۃ المسوی۔ ج ۱ ص ۱۲ - ۱۳۔ تفہیمات۔ ج ۱ ص ۲۱۲

۲۔ تفہیمات۔ ج ۱ ص ۲۱۱ - ۲۱۲۔

یح اور سب سے زیادہ قدیم ہے۔ علمائے اُمت نے سب سے زیادہ کام حدیث کی اسی کتاب پر ہے جنفی اور شافعی فقہ کی بنیاد بھی اسی پر ہے۔ یہ تمام کتب حدیث کا محور ہے۔ کسی کتاب کی ںلیت کی جتنی وجوہ ہو سکتی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں[1]۔ شاہ صاحب کی اس کوشش کے نتیجہ ،جو صورتِ حال پیش آئی وہ یہ تھی کہ بیشتر فقہی مسائل میں انھوں نے شافعی مذہب کو ترجیح دی۔ ، لئے کہ سنت سے موافقت کا جو معیارِ ترجیح انھوں نے مقرر کیا بیشتر فقہی مسائل میں شافعی مذہب ،اس معیار پر پورا اُترا۔[2]

مذاہب اربعہ کے درمیان تطبیق

شاہ صاحب نے اگرچہ حرمین سے واپسی پر پہلی کوشش یہ کی کہ حنفیت اور شافعیت کے درمیان ختلافات ختم کئے جائیں۔ لیکن مذاہب اربعہ کے درمیان تطبیق کا جو حکم انہیں رسول اللہؐ کی جانب سے روحانی طور پر ملا تھا اس کی تعمیل اگرچہ وقتی اور مقدم مصلحت کی وجہ سے نہ ہو سکی۔ تاہم شاہ صاحب نے بعد میں اس کی تعمیل کی۔ چنانچہ المصفی میں، جو المسوی کے بعد کی تصنیف ہے، انہوں نے مذاہب اربعہ کے درمیان تطبیق کی کوشش بھی کی ہے۔

المصفے کے مقدمہ میں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ فقہاء کے اختلاف کی وجہ سے میں کافی عرصہ نک تشویش میں مبتلا رہا اور جب رفع تشویش کی کوئی صورت نہ نکلی تو مجبور ہو کر بارگاہِ الٰہی میں ہدایت کے لئے دعا کی، اور نتیجۃً مؤطا کو اختیار کرنے کا اشارہ ہوا۔[3]

اس کے بعد شاہ صاحب دوسری کتب حدیث پر مؤطا کی برتری ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بجملہ ملاحظہ ایں امور شوق روایت مؤطا اولاً و شرح آں ثانیاً پیدا کرد۔[4]

۱۔ یہ خلاصہ ہے۔ اس بیان کا، جو مؤطا کی فضیلت کے سلسلے میں شاہ صاحب نے مسوی اور مصفی کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

۲۔ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ قواعد کلیہ کی مطابقت کے اعتبار سے حنفی مذہب بہتر ہے۔ اور قواعد اور تنقیح حدیث کے اعتبار سے شافعی مذہب بہتر ہے۔ (ملفوظات ص ۱۱۶)۔

۳۔ مقدمہ مصفی ج ۱ ص ۳ ۔ ۴۔ ایضاً ص ۱۱ ۔

اس شرح میں، جو فارسی زبان میں ہے اور جس کا فارسی زبان میں ہونا اس اُمر کا قرینہ ہے کہ یہ اپنے اہل وطن کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اپنے آپ کو صرف حنفیت اور شافعیت تک محدود نہیں رکھا، بلکہ ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ دوسرے فقہاء و مجتہدین کے مذاہب نقل کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے، اور مختلف فیہ مسائل میں مجتہدانہ طور پر از روئے حدیث، کسی ایک مذہب کو ترجیح دی ہے۔

لیکن رسول اللہؐ کے حکم کے مطابق، شاہ صاحب کو کرنا یہ چاہیئے تھا کہ اپنے آپ کو مذاہب اربعہ تک مقید رکھتے اور ان میں اختلاف کی صورت میں، انہی میں سے کسی مذہب کو، اپنے معیار کے مطابق ترجیح دیتے۔ حالاں کہ صورت یہ ہے کہ اس شرح میں انہوں نے بعض مسائل میں ائمہ اربعہ کے سوا بعض دوسرے مجتہدین کے اقوال کو اختیار کیا ہے۔ مثلاً

۱۔ ماخرج من السبیلین، نوم، لمس مراۃ، مس ذکر، قے اور رعاف ناقض وضو ہیں یا نہیں۔ ان مسائل میں شاہ صاحب نے حسن بصریؒ کا مذہب اختیار کیا ہے۔ [۱]

۲۔ حاملہ اور مرضعہ کی قضائے صوم رمضان کے بارے میں انہوں نے اسحٰق بن راہویہؒ کا مذہب اختیار کیا کہ اگر وہ چاہیں تو فدیہ دے دیں بغیر قضاء۔ اور اگر چاہیں تو قضا کریں بغیر فدیہ [۲]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کو حضورؐ کی جانب سے مذاہب اربعہ میں مقید رہنے اور ان سے خروج نہ کرنے کا جو حکم ملا تھا انہوں نے اس کی تعمیل نہ کی، اور عدم تقلید کے طبعی رجحان کی وجہ سے اپنے آپ کو حضورؐ کی مقررہ کردہ حدود سے بھی آگے بڑھا لیا۔

شاہ صاحب کی دو صراحتیں

ایک جگہ لکھتے ہیں:

ونحن نأخذ من الفروع ما اتفق علیہ العلماء لا سیما ھاتان الفرقتان العظیمتان الحنفیۃ والشافعیۃ وخصوصا فی الطھارۃ والصلوۃ، فان لم یتیسر الاتفاق واختلفوا نأخذ بما یشھد لہ ظاھر الحدیث ومعروفہ ونحن لا نزدری أحدا من

۱۔ مصفی ج ۱ ص ۲۶۔ ۲۔ ایضاً ص ۲۵۱۔

علماء فالکل طالبوا الحق ولا نعتقد العصمة فی أحدٍ غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ [1]

ایک موقعہ پر خواجہ محمد امین نے شاہ صاحب سے براہِ راست یہ سوال کر لیا کہ:

"عمل تو در مسائل فقہیہ بر کدام مذہب است"؟

شاہ صاحب نے اس کا جواب انھیں یہ دیا:

بقدرِ امکان جمع می کنم مذاہب مشہورہ مثلاً صوم و صلوۃ و وضو و غسل و حج بوضعے واقع می شود کہ ہمہ اہلِ مذاہب صحیح دانند، و عند تعذر الجمع باقوی مذاہب از روئے دلیل و موافقت صریح حدیث عمل می نمایم۔ [2]

پہلے اقتباس میں تو اس کی صراحت ہے کہ شاہ صاحب کے یہاں خاص اہتمام حنفیت اور فعیت کا ہے۔ لیکن دوسرے اقتباس میں مذاہبِ مشہورہ کا ذکر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مذاہب مشہورہ ے شاہ صاحب کی مراد احناف اور شوافع کے مذاہب ہی ہوں۔ لیکن اس سے مذاہب اربعہ بھی مراد سکتے ہیں۔ کیوں کہ شہرت کے اعتبار سے مذاہب اربعہ یکساں ہیں۔

بہر حال مذہبین یا مذاہب اربعہ میں یہ تقلید عام حالات میں ہے ورنہ معلوم چکا کہ خاص حالات میں وہ مذاہب اربعہ کے سوا کسی دوسرے مجتہد کا قول بھی اختیار لیتے ہیں۔ لیکن دونوں اقتباسوں میں اس کی صراحت موجود ہے کہ اختلاف کی صورت قوت دلیل کے ساتھ ساتھ معروف اور صریح حدیث سے موافقت ہی شاہ صاحب کے یک معیار ترجیح ہے۔

---

[1] تفہیمات ج ۲ ص ۲۰۲۔

[2] مکتوبات (کلمات طیبات) ص ۱۶۱۔